میر امّن

فورٹ ولیم کالج 1800 میں کلکتہ میں قائم کیا گیا۔ اس کالج میں کام کرنے والوں میں سب سے مشہور شخص میر امّن ہیں۔ افسوس کہ ان کے حالات بہت کم معلوم ہیں۔ ان کا تخلّص لطفؔ تھا، لیکن اس تخلّص کو بھی آج بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اُس زمانے میں فورٹ ولیم ہی میں مرزا علی لطفؔ نامی شاعر بھی موجود تھے، اور میر امّن نے اپنی سب سے مشہور کتاب "باغ و بہار" میں اپنا تخلّص نہیں استعمال کیا ہے۔ میر امّن دہلی کے رہنے والے تھے۔ جب دہلی میں حالات خراب ہوئے تو وہ کلکتہ پہنچے اور وہیں رہنے لگے۔ میر بہادر علی حُسینی کے توسّط سے وہ فورٹ ولیم پہنچے اور گلکرسٹ کی فرمائش پر انھوں نے فارسی کی مشہور کتاب "قصّۂ چہار درویش" کو اُردو میں لکھا اور "باغ و بہار" نام رکھا۔ "باغ و بہار" فوراً ہی مقبول ہوگئی اور آج تک اس کی شُہرت اور مقبولیت برقرار ہے۔

"باغ و بہار" کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں قصّے آسان اور دل نشین زبان میں بیان کیے گئے ہیں۔ داستانوں کی طرح اس میں واقعات بھی ہیں، مناظر کی تفصیل بھی ہے اور رسم و رواج اور رہن سہن کا ذکر بھی ملتا ہے۔

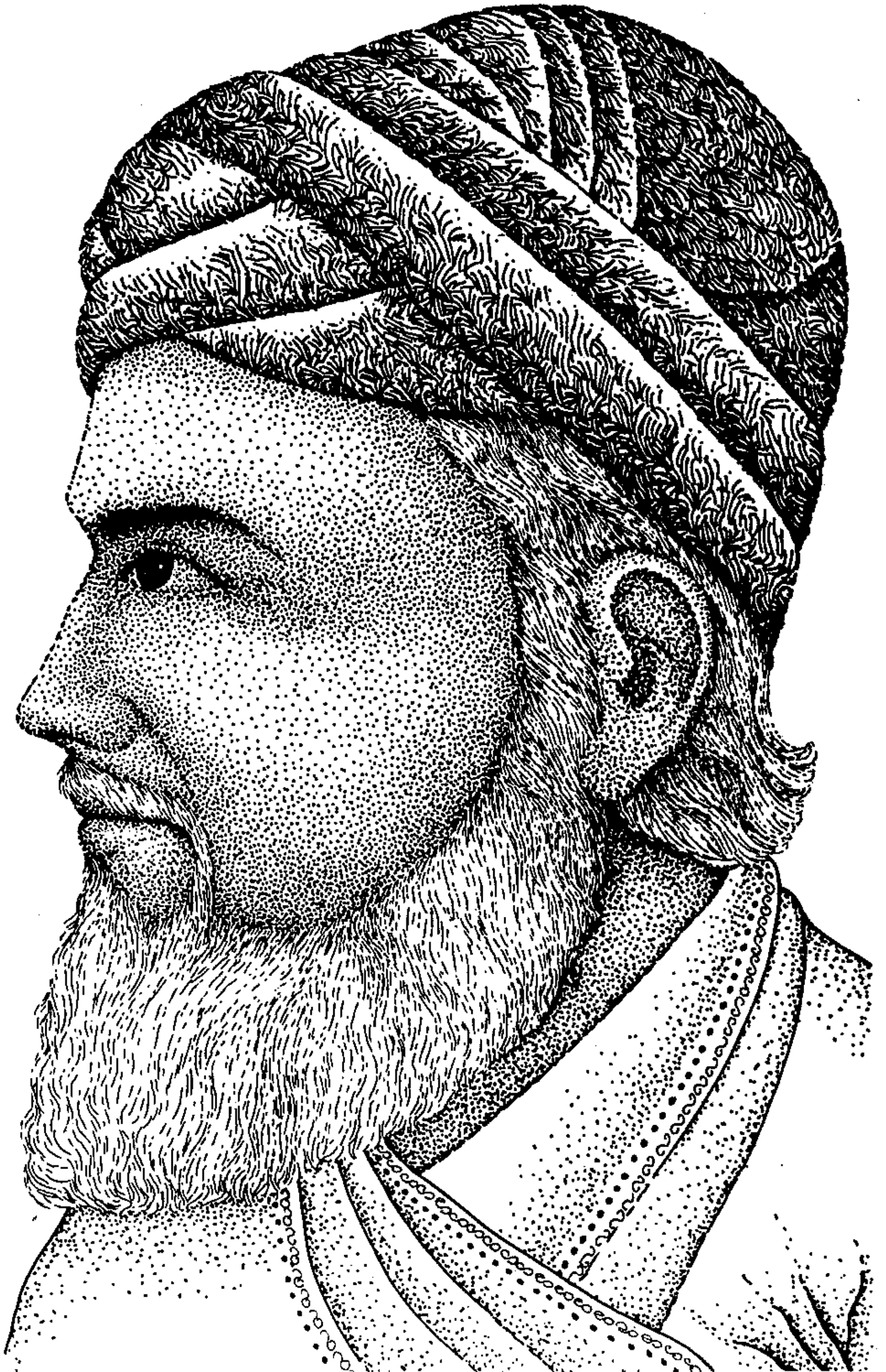

"الف لیلہ" کے قصّوں کی طرح اس میں ایک قصّہ کہنے والا ہے، بلکہ بعض جگہ تو ایک قصّے کے اندر دوسرا قصّہ شروع ہوجاتا ہے۔ قصّوں میں اخلاقی رنگ بھی ہے اور حُسن وعشق کی داستان بھی، لیکن یہ سب خوبیاں اُسی وقت قابلِ ذکر ہوتی ہیں جب قصّے کی زبان میں صفائی اور زور ہو۔ میرامّن کی زبان اتنی سادہ نہیں ہے جتنی بظاہر معلوم ہوتی ہے، لیکن اس میں خواہ مخواہ کی رنگینی اور پیچیدگی بھی نہیں ہے۔ ان کے پاس عربی، فارسی اور دیسی، ہر طرح کے الفاظ کا ذخیرہ ہے اور وہ اسے بڑی خوش اسلوبی سے استعمال کرتے ہیں۔ میرامّن کو ہر طرح کا منظر بیان کرنے پر قدرت حاصل ہے۔

چوتھے درویش کی سیر کا جو حصّہ پیش کیا جارہا ہے، اس میں میرامّن کی تحریر کی سب خوبیاں نظر آتی ہیں۔

سَیر چوتھے درویش کی

(زمانۂ تحریر : 1800 — 1802)

چوتھا فقیر اپنی سَیر کی حقیقت رو برو اس طرح دُہرانے لگا ؎

قصّہ ہماری بے سَرو پائی کا اب سُنو
ٹک اپنا دھیان رکھ کے مِرا حال سب سُنو
کس واسطے میں آیا ہوں یاں تک تباہ ہو
سارا بیان کرتا ہوں اُس کا سبب سُنو

یا مُرشدَ اللہ! ذرا متوجّہ ہو۔ یہ فقیر، جو اِس حالت میں گرفتار ہے، چین کے بادشاہ کا بیٹا ہے۔ ناز و نعمت سے پرورش پائی اور بہ خوبی تربیت ہوا۔ زمانے کے بھلے بُرے سے کچھ واقف نہ تھا۔ جانتا تھا کہ یونہیں ہمیشہ نبھے گی۔ عین بے فکری میں یہ حادثہ رُو بکار ہوا، قبلۂ عالم، جو والد اِس یتیم کے تھے، اُنھوں نے رحلت فرمائی۔ جان کَندَنی کے وقت اپنے چھوٹے بھائی کو، جو میرے چچا ہیں، بُلایا اور فرمایا کہ ہم نے تو سب مال مُلک چھوڑ کر، ارادہ کوچ کا کیا، لیکن یہ وصیّت میری تم بجالائیو اور بزرگی کو کام فرمائیو۔ جب تلک شہزادہ، جو مالک اِس تخت و چھتّر کا ہے، جوان ہو اور شعور سنبھالے اور اپنا گھر دیکھے بھالے، تم اُس کی نیابت کیجو اور سپاہ و رعیّت کو خراب نہ ہونے دیجو۔ جب وہ بالغ ہوا اُس

کو سب کچھ سمجھا بُجھا کر تخت حوالے کرنا۔ اور روشن اختر جو تمھاری بیٹی ہے، اُس سے شادی کر کے، تم سلطنت سے کنارہ پکڑنا۔ اِس سُلوک سے بادشاہت ہمارے خاندان میں قائم رہے گی، کچھ خلل نہ آوے گا۔ یہ کہ کر آپ تو جاں بحق تسلیم ہوئے، چچا بادشاہ ہوا، اور بندوبست مُلک کا کرنے لگا۔ مجھے حکم کیا کہ زنانے محل میں رہا کرے۔ جب تک جوان نہ ہو، باہر نہ نکلے۔ یہ فقیر چودہ برس کی عمر تک بیگمات اور خواصوں میں پلا کیا اور کھیلا کودا کیا۔ چچا کی بیٹی سے شادی کی خبر سُن کر شاد تھا۔ اور اِس اُمّید پر بے فکر رہتا اور دل میں کہتا کہ اب کوئی دن میں بادشاہت بھی ہاتھ لگے گی اور کتخُدائی بھی ہوگی، دُنیا بہ اُمّید قائم ہے۔ ایک حبشی مبارک نام کہ والدِ مرحوم کی خدمت میں تربیت ہوا تھا اور اُس کا بڑا اعتبار تھا اور صاحبِ شعور اور نمک حلال تھا، میں اکثر اُس کے نزدیک جا بیٹھتا۔ وہ بھی مجھے بہت پیار کرتا اور میری جوانی دیکھ کر خوش ہوتا اور کہتا کہ اَلحمدُ لِلّٰہ! اے شاہزادے، اب تم جوان ہوئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب تمھارا عَمو ظِلّ سُبحانی کی نصیحت پر عمل کرے گا۔ اپنی بیٹی اور تمھارے والد کا تخت تمھیں دے گا۔

ایک روز یہ اتّفاق ہوا کہ ایک ادنیٰ سہیلی نے بے گناہ میرے تئیں ایسا طمانچہ کھینچ کر مارا کہ میرے گال پر پانچوں اُنگلیوں کا نشان اُکھڑ آیا۔ میں روتا ہوا مبارک کے پاس گیا۔ اُس نے مجھے گلے سے لگا لیا اور آنسو آستین سے پونچھے اور کہا کہ چلو آج تمھیں بادشاہ پاس لے چلوں۔ شاید دیکھ کر مہربان ہو اور لائق سمجھ کر، تمھارا حق تمھیں دے۔ اُسی وقت چچا کے حُضور میں لے گیا۔ چچا نے دربار میں نہایت شفقت کی اور پوچھا کہ کیوں دل گیر ہو اور آج یہاں کیوں کر آئے؟ مبارک بولا کہ کچھ عرض کرنے آئے ہیں۔ یہ سُن کر خود بخود کہنے لگا کہ اب میاں کا بیاہ کر دیتے ہیں۔ مبارک نے کہا: بہت مبارک ہے۔

وونھیں نُجومی اور رَمّالوں کو رو برو طلب کیا اور اوپری دل سے پوچھا کہ اِس سال کون سا مہینا اور کون سا دِن اور گھڑی مُہورت مبارک ہے کہ سرانجام شادی کا کروں؟ اُنھوں نے مرضی پا کر، گِن گِنا کر عرض کی کہ قبلۂ عالَم! یہ برس سارا نحَس ہے، کسی چاند میں کوئی تاریخ سَعَد نہیں ٹھہرتی۔ اگر یہ سال تمام بہ خیر و عافیت کٹے، تو آیندہ کارِ خیر کے لیے بہتر ہے۔

بادشاہ نے مبارک کی طرف دیکھا اور کہا کہ شاہزادے کو محل میں لے جا۔ خدا چاہے تو اِس سال کے گزرنے سے اُس کی امانت اُس کے حوالے کر دوں گا، خاطر جمع رکھّے اور پڑھے لکھے۔ مبارک نے سلام کیا اور مجھے ساتھ لیا، محل میں پہنچا دیا۔ دو تین دن کے بعد میں مبارک کے پاس گیا، مجھے دیکھتے ہی رونے لگا۔ میں حیران ہوا اور پوچھا کہ دادا! خیر تو ہے، تمھارے رونے کا کیا باعث ہے؟ تب وہ خیرخواہ کہ مجھے دل و جان سے چاہتا تھا، بولا کہ میں اُس روز تمھیں اُس ظالم کے پاس لے گیا۔ کاش کے، اگر یہ جانتا تو نہ لے جاتا۔ میں نے گھبرا کر کہا: میرے جانے میں کیا ایسی قباحت ہوئی؟ کہو تو صحیح۔ تب اُس نے کہا کہ سب امیر اور وزیر، ارکانِ دولت چھوٹے بڑے تمھارے باپ کے وقت کے، تمھیں دیکھ کر خوش ہوئے اور خدا کا شکر کرنے لگے کہ اب ہمارا صاحب زادہ جوان ہوا اور سلطنت کے لائق ہوا۔ اب کوئی دن میں حق حق دار کو ملے گا، تب ہماری قَدر دانی کرے گا اور خانہ زاد موروثیوں کی قدر سمجھے گا۔ یہ خبر اُس بے ایمان کو پہنچی۔ اُس کی چھاتی پر سانپ پھر گیا۔ مجھے خلوَت میں بُلا کر کہا: اے مبارک! اب ایسا کام کر کہ شہزادے کو کسی فریب سے مار ڈال اور اُس کا خطرہ میرے جی سے نکال، جو میری خاطر جمع ہو۔ تب سے میں بےحواس ہو رہا ہوں، کہ تیرا چچا تیری جان کا دشمن ہوا۔ جونھیں مبارک سے یہ خبرِ نامبارک میں نے سُنی، بغیر مارے مر گیا۔ اور جان کے

ڈر سے اُس کے پاؤں پر گر پڑا، کہ واسطے خدا کے! میں سلطنت سے گزرا، کسو طرح میرا جی بچے۔ اُس غلام باوفا نے میرا سر اُٹھا کر چھاتی سے لگا لیا، اور جواب دیا کہ کچھ خطرہ نہیں۔ ایک تدبیر مجھے سوجھی ہے، اگر راست آئی تو کچھ پرواہ نہیں۔ زندگی ہے تو سب کچھ ہے۔

اَغلَب ہے کہ اُس فکر سے تیری جان بھی بچے، اور اپنے مطلب سے کام یاب ہو۔ یہ بھروسا دے کر، مجھے ساتھ لے کر، اُس جگہ جہاں بادشاہِ مغفور، یعنی والد اِس فقیر کے، سوتے بیٹھتے تھے، گیا اور میری بہت خاطر جمع کی۔ وہاں ایک کُرسی بچھی تھی، ایک طرف مجھے کہا اور ایک طرف آپ پکڑ کر صَندلی کو سرکایا، اور کُرسی کے تلے کا فرش اُٹھایا، اور زمین کو کھودنے لگا۔ ایک بارگی ایک کھڑکی نمود ہوئی کہ زنجیر اور قُفل اُس میں لگا ہے۔ مجھے بُلایا۔ میں اپنے دل میں مقرّر یہ سمجھا کہ میرے ذِبح کرنے اور گاڑ دینے کو یہ گڑھا اس نے کھودا ہے۔ موت آنکھوں کے آگے پھر گئی۔ لاچار چُپکے چُپکے کلمہ پڑھتا ہوا نزدیک گیا۔ دیکھتا ہوں تو اُس دَریچے کے اندر عمارت ہے اور چار مکان ہیں۔ ہر ایک دالان میں دس دس خُمیں سونے کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی لٹکتی ہیں۔ اور ہر ایک گولی کے مُنھ پر ایک سونے کی اینٹ، اور ایک بندر جڑاو کا بنا ہوا بیٹھا ہے۔ اُنتالیس گولیاں چاروں مکان میں گنیں اور ایک خُم کو دیکھا کہ مونھا منھ اشرفیاں بھری ہیں، اُس پر نہ مَیمون ہے نہ خِشت ہے اور ایک حوض جواہر سے لبالب بھرا ہوا دیکھا۔ میں نے مبارک سے پوچھا کہ اے دادا! یہ کیا طِلسم ہے، اور کس کا مکان ہے، اور یہ کس کام کے ہیں؟ بولا کہ یہ بوزنے جو دیکھتے ہو، اِن کا یہ ماجرا ہے کہ تمھارے باپ نے جوانی کے وقت سے مَلِک صادق، جو بادشاہ جنوں کا ہے، اُس کے ساتھ دوستی اور آمد و رفت پیدا کی تھی۔

چناں چہ ہر سال میں ایک دفعہ کئی طرح کی تحفہ خوشبوئیں اور اِس ملک کی سوغاتیں لے جاتے، اور ایک مہینے کے قریب اُس کی خدمت میں رہتے۔ جب رخصت ہوتے، تو مَلِک صادق ایک بندر زُمُرّد کا دیتا۔ ہمارا بادشاہ اُسے لاکر اِس تہ خانے میں رکھتا۔ اِس بات سے سوائے میرے کوئی دوسرا مُطّلع نہ تھا۔ ایک مرتبہ غلام نے عرض کی کہ جہاں پناہ لاکھوں روپے کے تحفے لے جاتے ہیں اور وہاں سے ایک بوزنہ پتھّر کا مُردہ آپ لے آتے ہیں، اِس کا آخر فائدہ کیا ہے؟ جواب میں میری اِس بات کا مسکرا کر فرمایا: خبردار، کہیں ظاہر نہ کیجو، خبر شرط ہے۔ یہ ایک ایک مَیمونِ بے جان جو تُو دیکھتا ہے، ہر ایک کے ہزار دیو زبردست تابع اور فرماں بردار ہیں۔ لیکن جب تلک میرے پاس چالیسوں بندر پورے جمع نہ ہوویں، تب تک یہ سب نکمّے ہیں، کچھ کام نہ آویں گے۔ سو ایک بندر کی کمی تھی کہ اُسی برس بادشاہ نے وفات پائی۔

اتنی محنت کچھ نیگ نہ لگی، اُس کا فائدہ ظاہر نہ ہوا۔ اے شاہ زادے! تیری یہ حالت بے کسی کی دیکھ کر مجھے یاد آیا اور یہ جی میں ٹھہرایا، کسو طرح تجھ کو مَلِک صادق کے پاس لے چلوں اور تیرے چچا کا ظلم بیان کروں۔ غالب ہے کہ وہ دوستی تمھارے باپ کی یاد کر کر، ایک بوزنہ جو باقی ہے، تجھے دے۔ تب اُن کی مدد سے تیرا ملک تیرے ہاتھ آوے۔ اور چین ماچین کی سلطنت تو بہ خاطر جمع کرے۔ اور بالفعل اِس حرکت سے تیری جان بچتی ہے۔ اگر اور کچھ نہ ہو، تو اِس ظالم کے ہاتھ سے سوائے اِس تدبیر کے اور کوئی صورت مُخلصی کی نظر نہیں آتی۔ میں نے اُس کی زبانی یہ سب کیفیت سُن کر کہا کہ دادا جان! اب تو میری جان کا مختار ہے۔ جو میرے حق میں بھلا ہو، سو کر۔ میری تسلّی کر کے آپ عِطر اور بخور اور جو کچھ وہاں کے لے جانے کی خاطر مناسب جانا، خرید کرنے بازار

میں گیا۔

دوسرے دن میرے اُس کافر چچا کے پاس، جو بجائے ابوجہل کے تھا، گیا اور کہا: جہاں پناہ! شہ زادے کے مارڈالنے کی ایک صورت میں نے دل میں ٹھہرائی ہے، اگر حکم ہو تو عرض کروں۔ وہ کم بخت خوش ہوکر بولا: وہ کیا تدبیر ہے؟ تب مبارک نے کہا کہ اُس کے مارڈالنے میں سب طرح آپ کی بدنامی ہے۔ مگر میں اُسے باہر جنگل میں لے جاکر ٹھکانے لگاؤں اور گاڑ داب کر چلا آؤں۔ ہرگز کوئی مَحرَم نہ ہوگا کہ کیا ہوا۔ یہ بندِش مبارک سے سُن کر بولا کہ بہت مبارک۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ سلامت نہ رہے۔ اُس کا دَغدَغہ میرے دل میں ہے۔ اگر مجھے اِس فکر سے تو چُھڑادے گا، تو اِس خدمت کے عوض بہت کچھ پاوے گا۔ جہاں تیرا جی چاہے لے جاکر کھپادے اور مجھے یہ خوش خبری لادے۔

مبارک نے بادشاہ کی طرف سے اپنی دل جمعی کرکے مجھے ساتھ لیا اور وے تحفے لے کر آدھی رات کو شہر سے کوچ کیا اور اُتّر کی سَمت چلا۔ ایک مہینے تلک پیہم چلا گیا۔ ایک روز رات کو چلے جاتے تھے جو مبارک بولا کہ شُکر خدا کا، اب منزلِ مقصود کو پہنچے۔ میں نے سُن کر کہا کہ دادا! یہ تو نے کیا کہا؟ کہنے لگا: اے شہ زادے! جِنوں کا لشکر کیا نہیں دیکھتا؟ میں نے کہا: مجھے تیرے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ مبارک نے ایک سُرمے دانی نکال کر، سُلیمانی سُرمے کی سَلائیاں میری دونوں آنکھوں میں پھیر دیں۔ وونہیں جِنوں کی خلقت اور لشکر کے تنبو قنات نظر آنے لگے۔ لیکن سب خوش رُو اور خوش لباس۔ مبارک کو پہچان کر، ہر ایک آشنائی کی راہ سے گلے ملتا اور مزاجیں کرتا۔

آخر جاتے جاتے بادشاہی سَراچوں کے نزدیک گئے اور بارگاہ میں داخل ہوئے۔ دیکھتا ہوں تو روشنی قرینے سے روشن ہے۔ اور صَندَلیاں طرح بہ طرح کی

دو رُویہ بچھی ہیں، اور عالم، فاضل، درویش اور امیر، وزیر، میر بخشی، دیوان اُن پر بیٹھے ہیں۔ اور یَساوُل، گُرز بردار، اَحَدی، چیلے، ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ اور درمیان میں ایک تخت مُرصّع کار بچھا ہے، اُس پر مَلِک صادق تاج اور چار قُب موتیوں کی پہنے ہوئے، مسند پر تکیے لگائے بڑی شان وشوکت سے بیٹھا ہے۔ میں نے نزدیک جاکر سلام کیا۔ مہربانگی سے بیٹھنے کا حکم کیا۔ پھر کھانے کا چرچا ہوا۔ بعد فراغت کے دسترخوان بڑھایا گیا۔ تب مبارک کی طرف متوجّہ ہوکر اَحوال میرا پوچھا۔ مبارک نے کہا کہ اب ان کے باپ کی جگہ پر چچا اِن کا بادشاہت کرتا ہے، اور اِن کا دشمنِ جانی ہوا ہے، اس لیے میں اِنھیں وہاں سے لے بھاگ کر، آپ کی خدمت میں لایا ہوں کہ یتیم ہیں اور سلطنت اِن کا حق ہے۔ لیکن بغیر مُربّی کسو سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ حضور کی دست گیری کے باعث اِس مظلوم کی پرورش ہوتی ہے۔ اِن کے باپ کی خدمت کا حق یاد کرکے، اِن کی مدد فرمائیے۔ اور وہ چالیسواں بندر عنایت کیجیے، جو چالیسوں پورے ہوں۔ اور یہ اپنے حق کو پہنچ کر، تمھارے جان و مال کو دُعا دیں۔ سوائے صاحِب کی پناہ کے، کوئی اِن کا ٹھکانا نظر نہیں آتا۔

یہ تمام کیفیت سُن کر، صادق نے تأمُّل کرکے کہا کہ واقعی حقوقِ خدمت اور دوستی بادشاہِ مغفور کے ہمارے اوپر بہت تھے۔ اور یہ بچارا تباہ ہوکر، اپنی سلطنتِ موروثی چھوڑ کر، جان بچانے کے واسطے یہاں تلک آیا ہے اور ہمارے دامنِ دولت میں پناہ لی ہے۔ تا مقدور کسو طرح ہم سے کمی نہ ہوگی اور درگزر نہ کروں گا۔ لیکن ایک کام ہمارا ہے، اگر وہ اِس سے ہوسکا اور خیانت نہ کی اور بہ خوبی انجام دیا اور اِس امتحان میں پورا اُترا تو میں قول قرار کرتا ہوں کہ زیادہ بادشاہ سے سُلوک کروں گا، اور جو یہ چاہے گا سو دوں گا۔

معنی اور اشارے

مُرشِدَاللہ = (مُرشِد : ہدایت دینے والا) پرانے زمانے میں درویش ایک دوسرے کو "مُرشِدَاللہ" کہہ کر پکارتے تھے۔

چھتّر = چَتّر : وہ چھتری جو بادشاہوں کے سر پر ہوتی ہے۔

نیابت کرنا = کسی شخص کی جگہ پر کام کرنا۔

عمُوْ = چچا۔ عربی میں "عم" ہے، عم سے عمو بنا ہے۔ جیسے "ابّا" سے "ابّو"۔

رَمّال = رَمَل کے ذریعے آئندہ کی خبر دینے والا۔ (رمل میں زمین پر لکیریں کھینچ کر آئندہ کا حال معلوم کرتے ہیں۔)

چاند = مہینہ

صندلی = کُرسی

نمُود ہوئی = ظاہر ہوئی

مقرّر = یقیناً

خُم = مٹکا

جڑاؤ کا بنا ہوا = جس پر قیمتی پتھر اور نگینے جڑے ہوئے ہوں

میمون = بندر

بوزِنے = ("بوزِنہ" کی جمع) بندر

نیگ نہ لگی = کسی کام نہ آئی۔

بُخور = سُلگائی جانے والی خوشبو، جیسے لوبان یا اگربتّی۔

بندِش = ترکیب ، چال

کھپاوے = مار ڈالے

سُلیمانی سُرمہ = ایک فرضی سرمہ، جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کو آنکھ میں لگانے سے جنّات اور پریاں دکھائی دینے لگتی ہیں۔

مزاحیں کرتا = ہنسی مذاق کی باتیں کرتا۔

یَساوُل = گھُڑسوار، خاص خدمت گزار

اَحدی = وہ سپاہی جس کی کوئی خاص ڈیوٹی نہ ہو۔

چیلے = ("چیلا" کی جمع) نوکر

چارقُب = بادشاہوں کے پہننے کا لباس جسے مُغل بادشاہ استعمال کرتے تھے۔

صاحب = مالک ، آقا

تأمّل کر کے = غور کر کے

سلوک کرنا = مہربانی کرنا

غور کرنے کی بات

میراَمّن کی زبان کس قدر مزے دار ہے، اس کا اندازہ آپ کو ہوگیا ہے۔ ان کے یہاں ہنسی کی باتیں کم ہیں، لیکن تحریر میں خود اتنی شگفتگی ہے کہ ہنسی

مذاق کی کمی نہیں محسوس ہوتی۔ ان کی زبان میں پُرانا پَن تو ہے لیکن کمال یہ ہے کہ ہم کو اس کے پُرانے پَن کا احساس نہیں ہوتا، کیوں کہ بیان میں روانی بہت ہے۔ مندرجہ ذیل فقروں پر غور کیجیے۔ سوچیے آج آپ انھیں کس طرح لکھیں گے :

بخوبی تربیت ہوا۔ والداس یتیم کے تھے۔ مالک اس تخت و چھتّر کا ہے۔ سلطنت سے کنارہ پکڑنا۔ میرے تئیں ایسا طمانچہ کھینچ کر مارا ـــــ اس طرح کے الفاظ اور فقرے چُن کر اپنی کاپی میں لکھیے۔

"کہو تو صحیح" کی جگہ اب "کہو تو سہی" بولتے ہیں لیکن ممکن ہے میر امّن نے اس طرح نہ لکھا ہو، بعد کے لوگوں نے "سہی" کو "صحیح" کر دیا ہو۔

"جو میری خاطر جمع ہو" میں "جو" کے معنی "تاکہ" ہیں۔ "جو" بہت سے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً :

(1) "وہ جو آیا تو روتا ہوا۔" یعنی "وہ جس طرح آیا جس حالت میں آیا۔"

(2) "جو مانو تو سب کچھ ہے، نہ مانو تو کچھ نہیں۔" یعنی "اگر مانو۔"

(3) "جو آیا، ہنستا ہوا گیا۔" یعنی "جو شخص آیا۔"

(4) "جو دن گزرا، بُرا گزرا۔" یعنی "ہر وہ دن جو گزرا۔"

(5) "گھنٹہ جو بجا تو لوگ چونکے۔" یعنی "جب گھنٹہ بجا۔"

اس طرح کے معنی ظاہر کرنے والے جملے آپ بھی بنائیے۔

"صادق نے تامّل کر کے کہا" کے بعد جو عبارت ہے وہ کئی جملوں کی ہے۔ یہ سب جملے ملک صادق کی زبان سے کہلائے گئے ہیں۔ غور کیجیے کہ کتنی لمبی بات ہے لیکن چھوٹے چھوٹے جملوں کو آپس میں ایسا گانٹھ دیا ہے کہ بالکل بھاری نہیں معلوم ہوتی۔ اس طرح کی عبارتیں اس سبق میں اور بھی ہیں۔ ان پر نشان

لگائیے۔

اس اقتباس میں 'پلا کیا' اور 'کھیلا کودا کیا' جیسے افعال پر غور کیجیے۔ یہ ماضی استمراری کی ایک شکل ہے۔ 'ماضی' گزرے ہوئے زمانے کو کہتے ہیں۔ 'استمراری' وہ ماضی ہے جس میں گزرے ہوئے زمانے میں کسی کام کا لگاتار ہونا ظاہر ہو۔ جیسے 'بارش ہوتی رہی تھی'، 'وہ اسکول جاتا رہا تھا'۔ اکثر اس آخری 'تھا' کو نہیں لکھتے۔ چنانچہ 'بارش ہوتی رہی'، 'وہ اسکول جاتا رہا' بھی استمراری ہیں۔

مشق اور مطالعہ

(1) "باغ و بہار" کے اس سبق میں جو محاورے آئے ہیں اُن کا مفہوم لکھیے۔

(2) شہزادے کی شادی کی تاریخ ٹھہرانے سے پہلے اس کے چچا نے کس سے مشورہ کیا اور کیوں ؟

(3) فرش پر سے پتّھر ہٹانے کے بعد شہزادے نے زمین کے اندر کیا دیکھا ؟

(4) مَلِک صادق کون تھا ؟

(5) ابوجہل کون تھا اور شہزادے کے چچا کے لیے یہ کیوں کہا گیا کہ "وہ بجائے ابوجہل تھا" ؟